ماہنامہ

صدائے علم

ماہ شعبان المعظم 1447 جنوری 2026

شمارہ 13

نگراں

مولانا سید غلام رضا زیدی

ایڈیٹر

سید محسن رضا واسطی

جامعہ بیت العلم پھندیڑی سادات کا ترجمان

ماہ شعبان المعظم 1447 جنوری 2026

نگراں: مولانا سید غلام رضا زیدی

ایڈیٹر: سید محسن رضا واسطی

جوائنٹ ایڈیٹر: مرزا اظہر عباس سالکھنوی

معاونین

مولانا شر ر نقوی لکھنوی

مولانا عرفان علی سالکھنوی

مولانا اسد رضا میر جریلی

ڈاکٹر سید منہال رضا زیدی

مولانا ذیشان حیدر سیتھل

مولانا اکرم علی زیدی سیتھل

فہرست مضامین

اداریہ 3

دنیا کے بگڑتے حالات اور امامِ زمانہ علیہ السلام 4

عالی جناب مولانا سید رضی حیدر پھندیڑوی 4

خدمت خلق کی فضیلت واقسام 7

عالی جناب مولانا جون رضا تؔریر مبارکپوری 7

پرچمدار نینوا باب الحسین حضرت عباس بن علی علیہ السلام 22

عالی جناب مولانا سید حسین اختر رضوی اعظمی 22

فضیلت اور اس کے اعمال 27

منقبت 32

عالی جناب حجت السلام مولانا شہزاد زیدی پھندیڑوی 32

منقبت 35

عالی جناب ڈاکٹر سید منہال رضا زیدی 35

جانِ انتظار 37

عالی جناب مولانا ارتضی حسن ناطق پھندیڈوی مرحوم 37

ماہنامہ صدائے علم میں شائع ہونے والے کسی بھی مواد و مطالب سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے (ادارہ)

اداریہ

ماہِ شعبانُ المعظم رحمت، مغفرت اور آمادگی کا مہینہ ہے۔ یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جو ہمیں رمضان المبارک کی عظیم عبادتوں کے لیے روحانی طور پر آمادہ کرتا ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ اس مہینے میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اور اس کی فضیلت کو امت کے سامنے بیان فرماتے تھے، تاکہ دلوں کو بیدار اور اعمال کو سنوارا جا سکے۔ شعبان ہمیں محاسبۂ نفس کی دعوت دیتا ہے۔

یہ وقت ہے کہ انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے، اپنے تعلقات کو درست کرے، دلوں سے کینہ و حسد نکالے اور عبادت میں خلوص پیدا کرے۔ اسی مہینے میں شبِ نیمہ شعبان آتی ہے جو بخشش، دعا اور اللہ کی عبادت کی رات ہے—ایک ایسا موقع جس میں بندہ اپنے ماضی کی لغزشوں پر نادم ہو کر مستقبل کے لیے نئی راہ ہموار کرتا ہے۔ یہ مہینہ ہمیں اس حقیقت کی یاد دہانی بھی کراتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے۔ بندہ اگر خلوصِ نیت کے ساتھ رجوع کرے تو رحمت و مغفرت کے دروازے کھلے ہیں۔ شعبان میں کی جانے والی چھوٹی سی نیکی بھی بڑے اجر کا سبب بنتی ہے، اسی لیے اہلِ ایمان اس مہینے کو غفلت میں گزارنے کے بجائے بیداری اور شعور کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ کربلا کہ کرداروں کی ولادتوں کی خوشبو سے بھی شعبان معطر ہے، اور بالخصوص حضرت امام مہدیؑ کی ولادت باسعادت، جو اجراءِ عدل اور انتظارِ فرج کا پیغام دیتی ہے۔ یہ ماہ مبارک ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ معاشرہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

شعبان المعظم میں درودِ پاک کی خصوصی اہمیت ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں اعمال بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں، اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا اعمال کی قبولیت کا ذریعہ بنتا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں زبان کو ذکرِ خدا اور دل کو یادِ الٰہی سے وابستہ رکھتا ہے، وہ دراصل رمضان المبارک کی روح کو پہلے ہی پا لیتا ہے۔ معاشرتی اعتبار سے بھی شعبان ہمیں صلہ رحمی، عفو و درگزر اور خدمتِ خلق کی تعلیم دیتا ہے۔ محتاجوں کا خیال رکھنا، یتیموں کے سروں پر ہاتھ رکھنا اور دل آزاری سے بچنا اسی مہینے کی حقیقی عبادت ہے۔ اگر ہم اس مہینے میں اپنے رویّوں کو بہتر بنا لیں تو رمضان ہماری زندگی میں حقیقی تبدیلی لا سکتا ہے۔ آیئے، اس ماہِ مبارک میں ذکر و دعا کو معمول بنائیں، درود و استغفار میں اضافہ کریں، نفلی روزوں سے دلوں کو نرم کریں اور رمضان المبارک کے استقبال کے لیے اپنے ظاہر و باطن کو سنواریں۔ یہی شعبان کا حقیقی پیغام ہے اور یہی اس کی برکتوں تک پہنچنے کا راستہ ہے

دنیا کے بگڑتے حالات اور امامِ زمانہ علیہ السلام

عالی جناب مولانا سید رضی حیدر پھندیڑوی

عصرِ حاضر عالمی سطح پر اخلاقی انحطاط، سماجی ناانصافی، سیاسی استبداد اور شدید روحانی بحران سے دوچار ہے۔ زیرِ نظر مقالہ ان بگڑتے ہوئے حالات کا تجزیہ اسلامی، بالخصوص شیعہ اعتقادی تناظر میں پیش کرتا ہے اور امامِ زمانہ حضرت حجۃ بن الحسن العسکری علیہ السلام کے تصورِ ظہور کو ایک ہمہ گیر اور الٰہی حل کے طور پر واضح کرتا ہے۔ مقالے میں قرآنی آیات، احادیثِ نبوی ﷺ اور روایاتِ اہلِ بیتؑ کی روشنی میں یہ امر مدلل انداز میں ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا میں ظلم و فساد کا غلبہ دراصل اس وعدۂ الٰہی کی تمہید ہے جس کی تکمیل امامِ مہدیؑ کے ظہورِ کامل کے ذریعے ہوگی۔ اس تحقیق میں غیبت، انتظار اور انسانی ذمہ داری کے تصورات کو بھی عصری تناظر میں واضح کیا گیا ہے۔

عصرِ حاضر کا عالمی منظر نامہ: موجودہ دور میں انسان اگرچہ سائنسی اور تکنیکی ترقی کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے، تاہم فکری، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے شدید عدمِ توازن کا شکار ہے۔ جنگ و جدال، معاشی استحصال، خاندانی نظام کی کمزوری، اخلاقی اقدار کی زوال پذیری اور روحانی خلا آج کے عالمی منظر نامے کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ قرآنِ مجید اس ہمہ گیر بگاڑ کو یوں بیان کرتا ہے: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔ (الروم، 30:41) مفسرین کے مطابق یہاں فساد سے مراد صرف طبعی یا ماحولیاتی خرابی نہیں بلکہ اخلاقی، سماجی اور اعتقادی بگاڑ بھی ہے۔ (طبری، جامع البیان، ج 21، ص 30)

بگڑتے حالات: اسلامی فکر کے مطابق جب ظلم، جور اور ناانصافی اجتماعی سطح پر رائج ہو جائیں تو یہ انسانی ساختہ نظاموں کی ناکامی کی واضح علامت ہوتی ہے۔ عدل، جو اسلامی معاشرت کی بنیاد ہے، جب مفقود ہو جائے تو طاقت، سرمایہ اور سیاست حق و باطل کے معیارات بن جاتے ہیں۔ امام علیؑ فرماتے ہیں: ما عُمِرَتِ الدُّنیا بِمِثْلِ العدلِ (نہج البلاغہ، حکمت 437) علامہ مطہری کے مطابق عدل کے فقدان کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنی خلافتِ ارضی کی اصل ذمہ داری فراموش کر بیٹھتا ہے۔ (مطہری، عدلِ الٰہی، ص 52)

امامِ زمانہ علیہ السلام کا تصور: شیعہ اثنا عشری عقیدے کے مطابق امامِ زمانہ علیہ السلام اللہ کی آخری حجت ہیں، جنہیں زمین پر عدلِ مطلق کے قیام کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ اس تصور کی بنیاد متواتر احادیث پر قائم ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللهُ ذَٰلِكَ الْيَوْمَ حَتَّىٰ يَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ وُلْدِي... (سنن ابی داؤد، کتاب المهدی، حدیث 4282)

غیبتِ امام اور انسانی آزمائش: امامِ زمانہؑ کی غیبت کو شیعہ کلام میں ایک عظیم الٰہی آزمائش قرار دیا گیا ہے۔ شیخ صدوقؒ لکھتے ہیں: إنّ للغيبة حكمة لا يطلع عليها إلا الله۔ (كمال الدين و تمام النعمة، ج1، ص91) اسی تناظر میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: إفضلُ الأعمالِ انتظارُ الفرج۔ (کلینی، الکافی، ج 2، ص 145) یہ انتظار محض ایک ذہنی کیفیت نہیں بلکہ اصلاحِ نفس، معاشرتی شعور اور عملی ذمہ داری کا نام ہے۔

دنیا میں ظلم و جور: اسلامی اصطلاح میں ظلم ہر اس عمل کو کہا جاتا ہے جو حق کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: الظلم وضعُ الشيءِ في غير موضعه المختص به۔ (المفردات، مادہ: ظلم) عصرِ حاضر میں ظلم و جور نے منظّم اور ادارہ جاتی شکل اختیار کر لی ہے۔ سیاسی استبداد، معاشی ناہمواری، نسلی و مذہبی امتیاز اور فکری استعمار جدید ظلم کی نمایاں صورتیں ہیں۔ قرآنِ مجید فرماتا ہے: وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا۔ (الکهف، 18:59) علامہ طباطبائی کے مطابق اجتماعی ظلم اقوام کے زوال کا بنیادی سبب بنتا ہے۔ (المیزان، ج13، ص305)

ظلم و جور اور ظہورِ امامِ زمانہؑ: اہلِ بیتؑ کی روایات میں تصریح ملتی ہے کہ امامِ مہدیؑ کا ظہور اس وقت ہوگا جب دنیا ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی: يملأُ الأرضَ قسطًا وعدلًا كما مُلئت ظلمًا وجورًا۔ (شیخ طوسی، الغيبة، ص284) علامہ مجلسی کے مطابق یہ مرحلہ انسانی تاریخ میں فکری و اخلاقی ناکامی کی انتہا ہوگا۔ (بحار الأنوار، ج51، ص114)

عصرِ حاضر میں ہماری ذمہ داریاں: انتظارِ امامِ زمانہؑ کا تقاضا یہ ہے کہ انسان عدل و انصاف کو عملی طور پر فروغ دے، ظلم کے خلاف شعوری اور اخلاقی موقف اختیار کرے، دینی بصیرت اور تزکیۂ نفس کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے۔ امام علیؑ فرماتے ہیں: کونوا دعاۃً للناس بغیرِ ألسنتکم (نہج البلاغہ، خطبہ 193)

مندرجہ بالا بحث سے یہ حقیقت پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ عصرِ حاضر کے بگڑتے ہوئے عالمی حالات محض سیاسی یا معاشی عوامل کا نتیجہ نہیں، بلکہ ایک عمیق اخلاقی، فکری اور روحانی بحران کی علامت ہیں۔ اسلامی، بالخصوص شیعہ اعتقادی فکر اس بحران کو تاریخ کے ایک اتفاقی مرحلے کے بجائے الٰہی سنت کے تناظر میں دیکھتی ہے، جس میں ظلم و جور کا غلبہ دراصل عدلِ الٰہی کے حتمی ظہور کی تمہید بنتا ہے۔

امامِ زمانہ حضرت حجۃ بن الحسن العسکری علیہ السلام کا تصورِ ظہور شیعہ فکر میں کسی خیالی یا محض مابعد الطبیعی امید کا نام نہیں، بلکہ ایک ہمہ گیر فکری و عملی نظام ہے جو انسان کو حال میں ذمہ دار بناتا ہے اور مستقبل کے لیے ایک الٰہی افق فراہم کرتا ہے۔ غیبتِ امام کا مرحلہ انسانی شعور، ایمانی استقامت اور اخلاقی پختگی کا امتحان ہے، جس میں انتظار ایک فعال، با مقصد اور اصلاحی بنا دے۔ ہمیں اس عہدِ غیبت میں غفلت، مایوسی اور جمود سے محفوظ رکھ اور اپنے ولیِ برحق حضرت حجۃ بن الحسن العسکری علیہ السلام کے ظہور کے لیے فکری، اخلاقی اور عملی طور پر آمادہ فرما۔

اس بابرکت مناسبت جو پندرہ شعبان المعظم ، ولادتِ باسعادت امامِ عصرؑ سے منسوب ہے، تمام اہلِ ایمان کے قلوب کو نورِ یقین سے منور فرما، ان کے انتظار کو قبولیت عطا کر اور ہمیں عدلِ الٰہی کے اس وعدے کے سچے گواہوں میں شامل فرما۔

پروردگار! اس مبارک دن کی برکت سے امتِ مسلمہ کو اتحاد، شعور اور روحانی بیداری نصیب فرما۔

آمین یا رب العالمین۔

قال الامام الکاظم علیہ السلام:

اَفْضَلُ مَا یَتَقَرَّبُ بِهِ الْعَبْدُ اِلَی اللّٰهِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ بِهِ الصَّلاةُ وَبِرُّ الْوَالِدَیْنِ وَتَرْكُ الْحَسَدِ وَالْعُجبِ وَالْفَخْرِ

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی معرفت کے بعد بہترین اعمال کہ جن کے ذریعے انسان خدا کا قرب حاصل کرتا ہے وہ نماز، ماں باپ سے حسن سلوک (کی انجام دہی) اور حسد، خودپسندی اور فخر و مباہات کو ترک کرنا ہیں۔

تحف العقول، ص 391

خدمت خلق کی فضیلت و اقسام

عالی جناب مولانا جون رضا بریر مبارکپوری

حياك الله بالسلام!

مخلوق خدا کی خدمت کرنے اور مومنین کو خوش کرنے کے کون کون سے شعبے اور اقسام ہیں؟

شکریہ

سائل گرامی کی خدمت میں تحفہ سلام و اکرام؛

دین اسلام کے مسائل میں سے ایک مسئلہ جو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، وہ عام طور سے خدمت خلق ہے اور خاص طور سے مومنین و صالحین کی خدمت کرنا شامل ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور ہادیان و اولیائے الٰہی کی سیرت کے مجموعہ سے یہی فایدہ ہوتا ہے کہ واجبات کی انجام دہی کے بعد خداوند متعالی کے تقرب کیلئے عظیم ترین وسیلہ و ذریعہ یہی نیک خصلت یعنی خدمت خلق ہی شمار ہوتا ہے۔ سبھی ہادیان و اولیائے الٰہی ہمیشہ خدمت خلق میں مسروف رہتے تھے اور ذاتی طور پر عوام کے حوائج کو پوری کرنے میں اقدام کیا کرتے تھے۔

خداوند عالم کی مخلوقات کی خدمت کرنا قرآن و عترت کی ثقافت و تہذیب اور تمدن کی تعلیمات میں گرانقدر اور عظیم ثواب و اجر کی حامل ہوتی ہے۔ اجتماعی پہلو کی بارزترین عبادت، خدمت خلق اور لوگوں کی ضرورتوں کو پوری کرنا ہے۔ البتہ یہ خدمت صرف مادی مشکلات کے فرع کرنے پر ہی خلاصہ نہیں ہوتی ہے۔ یہ خلق کی طرف توجہ اور ان کے ہم و غم کو رفع کرنا اس قدر انسان ساز ہے اور انسانیت کی نشانی بھی ہے۔

خداوند عالم نے اپنے رسولؐ رحمت کی اس طرح سے تعریف فرمائی ہے: «لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَحِيمٌ».

یقیناً تمہارے پاس خود تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے، تمہیں تکلیف میں دیکھنا اس پر شاق گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کا نہایت شفیق مہربان ہے۔ (توبہ (9) ۱۲۸)

خدا کی مخلوق کی خدمت کے اقسام:

★پہلی قسم اپنی استطاعت و مالی قوت کے مطابق اعانت کرنا:

قرآن کریم کے نورانی بیان کی بنیاد پر ارشاد ربانی ہوتا ہے: «وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ».

اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔[بقرہ (2) ۳]

مطلب یہی ہے کہ ہر شخص اپنی قدرت و استطاعت کے مطابق جو کچھ انہیں رزق میں مہیا ہوا ہے انفاق کرتا رہے، دوسروں کو بھی خوراک، پوشاک، مسکن اور شادی بیاہ میں اعانت و مدد کرو۔ یعنی اگر ہو سکے تو شب میں ایک وقت کا کھانا ایک فقیر کو پیٹ بھر کر کھلاؤ اور اگر اس سے بھی بڑھ کر ممکن ہو تو کسی غریب کی ایک لڑکی کا سامان جہیز تحفہ میں ادا کرو یا مزید اللہ تعالی نے توفیق دی ہے تو ایک جوڑے کیلئے ایک مکان ہدیہ کرو اور بالآخر اگر ہو سکے تو ایک مشکل میں مبتلا فرد کو اس کی مشکل و مصیبت سے نجات دو اور اگر آپ کوئی مدد و نصرت نہیں بھی کر سکتے ہیں پھر بھی اپنی طاقت و قوت کے اعتبار سے حتی کہ ایک کھجور کی مقدار کے برابر ہی صحیح دوسروں کی اعانت کرتے رہا کرو۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد پروردگار عالم ہو رہا ہے: «لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللهُ».

وسعت والا شخص اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر اس کے رزق میں تنگی کی گئی ہے اسے چاہئے کہ جتنا اللہ نے اسے دے رکھا ہے اسی میں سے خرچ کرے۔[طلاق (65) ۷]

مذکورہ بالا آیت کریمہ کی بنیاد پر ہر شخص اپنی وسعت و استطاعت کی حد کے اعتبار سے انفاق کرتا رہے۔ اسلام مسلمانوں سے یہی مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے ہی مکان، زندگی و مرفہ حالی اور بیٹے و بیٹیوں کی شادی کے بارے میں فکر مند ہوتا ہے اسی اعتبار سے دیگر مومنین کے بارے میں بھی خیال کرتے رہنا چاہئے یعنی حقیقی مسلمان اور سچا شیعہ وہی شخص ہو سکتا ہے کہ جو اپنے خود کی اولاد اور پڑوسی کی اولاد کے درمیان کوئی فرق قرار نہ دیا کرے۔

★دوسری قسم لوگوں کے امور کی مشکلوں اور گرہوں کو دور کرنا:

اگر یہ پہلی قسم سے زیادہ اہم نہیں ہے تو کمتر بھی نہیں ہے، دوسروں کے مشکلات کو دور کرنا ہو سکتا ہے کہ انسان کے مال یا زبان یا قدم یا قلم کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے اور خدمت خلق کی تمام ہی لازمی صورتوں اور شکلوں میں مفید و مطلوب

ہے۔ مثلاً انسان یہ دیکھ رہا ہے کہ دوسرے شخص کے پاس چک رکھا ہوا ہے اور اگر وہ اس مبلغ کو ادا نہیں کر سکتا ہے تو اس کی عزت چلی جائے گی؛ یا زندان میں ڈالا جائے گا یا پھر کوئی دوسری مشکلات و مصیبت پیدا ہو جائے گی۔ ایسی صورت حال میں ایک مومن کو چاہیئے کہ اس مشکل میں پھنسے شخص کو اس گرداب سے باہر نکالے یعنی اس کی دشوری کو دور کرے اگر ہو سکے تو طلبگار سے بات چیت کر کے مہلت حاصل کرے وگرنہ جو کچھ بھی کارساز راہ حل ہو اسے انجام دینا چاہیئے کہ اس مصیبت زدہ شخص کی مشکل حل ہو سکے۔ یہ طریقہ بھی مواسات کے قانون میں سے ایک قسم ہے جسے عموماً ہر مسلمان اور خاص طور سے ہر شیعہ کو سنجیدہ طریقہ سے انجام دینا چاہیئے۔

جیسا کہ امام صادقؑ کی مندرجہ ذیل روایت سے ظاہر ہوتا ہے: ابان بن تغلب نقل کرتے ہیں کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں تھا جب آنحضرتؑ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ ایک شخص نے مجھے آواز دی اور میں نے بھی اسے جواب نہیں دیا، دوسرے طواف میں اسی شخص نے مجھے دوبارہ اواز دی اور میں نے بھی اسے دوبارہ جواب نہیں دیا۔ تب امام صادقؑ نے فرمایا: مگر وہ شخص تمھیں آواز نہیں دے رہا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں اے فرزند رسولؐ خدا! آنحضرتؑ نے پوچھا: وہ شیعہ ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں! وہ شیعہ ہے اور مجھ سے کوئی درخواست کر رہا ہے۔ امام ششمؑ نے فرمایا: تم اس کی درخواست کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ اللہ! میں آپ کے ہمراہ طواف میں مشغول ہوں۔ آنحضرتؑ نے فرمایا: طواف کو چھوڑو اور اس درخواست گزار کی طرف جاؤ۔ (بہر حال اس کی حاجت کو پوری کرو)]اصول کافی، ۲/ ۱۷۱] صادق آل محمدؐ کی ایک روایت میں مزید فرماتے ہیں :

قَالَ أَبُوعَبْدِ اللهِ عليه السلام يَا إِسْحَاقُ! «مَنْ طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ طَوَافاً وَاحِداً كَتَبَ اللهُ لَهُ أَلْفَ حَسَنَةٍ وَمَحَا عَنْهُ أَلْفَ سَيِّئَةٍ وَرَفَعَ لَهُ أَلْفَ دَرَجَةٍ وَغَرَسَ لَهُ أَلْفَ شَجَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ وَكَتَبَ لَهُ ثَوَابَ عِتْقِ أَلْفِ نَسَمَةٍ، حَتَّى إِذَا وَصَلَ إِلَى الْمُلْتَزَمِ فَتَحَ اللهُ لَهُ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ» يُقَالُ لَهُ أُدْخُلْ مِنْ أَيِّهَا شِئْتَ۔ قَالَ فَقُلْتُ: جُعِلْتُ فِدَاكَ هٰذَا كُلُّهُ لِمَنْ طَافَ قَالَ عليه السلام: «نَعَمْ، أَفَلَا أُخْبِرُكَ بِمَا هُوَ أَفْضَلُ مِنْ هٰذَا، قُلْتُ: بَلَى، قَالَ عليه السلام: مَنْ قَضَى لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً كَتَبَ اللهُ لَهُ طَوَافاً حَتَّى بَلَغَ عَشْراً.» [ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، 2/ 49؛ بحار الانوار، ۹۶/ ۲۰۳]

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: اے اسحاق! جس شخص نے اس بیت اللہ کا ایک ہی مرتبہ طواف کیا، تو پروردگار عالم اس کیلئے ایک ہزار حسنہ اور ایک ہزار سیئہ تحریر کرے گا اور اسے ایک ہزار درجات بلندی عطا کرے گا اور اس کی خاطر جنت میں ایک ہزار درخت بوئے جائیں گے اور اس کے واسطہ ایک ہزار غلام (راہ خدا میں) آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا، یہاں تک کہ

جب وہ ملتزم (خانہ کعبہ کا وہ حصہ جہاں پر لوگ اپنے آپ کو کعبہ سے لپٹتے ہیں) پر پہونچے گا تو اس کیلئے پرودگار عالم جنت کے آٹھ دروازے کھول دے گا اور اس سے کہے گا کہ ان میں سے جس دروازہ بھی بہشت میں داخل ہونا چاہتے ہو داخل ہو جاؤ، اسحاق کہتے ہیں کہ میں امامؑ سے عرض کیا: یہ سارے ثواب اس شخص کے واسطہ ہے جو خانہ کعبہ کا صرف ایک طواف بجالاتا ہے؟! آنحضرتؑ نے فرمایا: ہاں! تو کیا میں تمھیں ایسے نیک عمل کی خبر نہ دوں کہ جس میں مذکورہ ثواب سے بھی افضل اجر ملے گا؟ میں نے عرض کیا: ہاں! امامؑ نے فرمایا: جو شخص کسی برادر مومن کی ایک حاجت پوری فرمائے گا تو خداوند عالم ایسے طواف یہاں تک کہ دس طواف کا اجر و ثواب اس کے نامہ اعمال میں تحریر کرے گا۔

لہٰذا ہم سبھی مومنین کا وظیفہ و فریضہ ہے کہ ایک دوسرے کی مشکلات کو حل کرتے رہیں اور اس سلسلہ میں کوتاہی کرنا عملا کفر ہے اور عظیم گناہ بھی ہے، لیکن برزگتر گناہ و دردناکتر مصیبت تو یہی ہے کہ انسان دوسروں کے مشکلات و مصائب میں اضافہ کرتا رہے۔ پس ایسے شخص اور اس کی اولاد سے بعید ہے کہ عاقبت بخیر ہوں اور یہ افراد حتمی طور پر جہنم میں ڈالے جائیں گے، چونکہ حقوق العباد کا معاملہ ہے جس کی ادائیگی نہ کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: اگر تم چاہتے ہو کہ خداوند متعال تمہاری مدد و نصرت کرے پس تم بھی لوگوں کی اعانت و کمک کرتے رہا کرو: «إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ فِي عَوْنِ الْمُؤمِنِ مَا كَانَ الْمُؤمِنُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ الْمُؤمِنِ».

اگر تم اپنی مالی حالت خراب دیکھو تو صدقہ دو چاہے تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہو، جب تم نہ چاہتے ہو کہ تمہارے امور میں آسانی پیدا ہو تو دوسروں کے امور میں آسانیاں پیدا کرو۔ (تو اسی بہانہ تمہارے امور بھی اللہ تعالیٰ حل کر دے گا)

★ تیسری قسم قانون مواسات کہ جو بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے، انسانوں کی شخصیت کا احترام کرنا:

تمام ہی انسانوں کے پاس ایک شخصیت و عزت نفس ہوتی ہے اور ہمیں بھی چاہئے کہ جیسا کہ خود ہم اپنی شخصیت کے قائل رہتے ہیں، تو اسی طرح سے دوسروں کی بھی شخصیت کے قائل رہا کریں اور اس بات کی طرف متوجہ رہا کریں کہ کسی کی بھی بے احترامی نہ کریں کیونکہ دوسروں کی بے احترامی ایک عجیب سماجی مفاسد پر اختتام پذیر ہوتی ہے کہ جس کا متبادل ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔

شوہر و زوجہ کو چاہئے کہ گھر میں ایک دوسرے کے احترام کی حفاظت کریں، خاص طور سے اولاد کی حاضری میں ایک دوسرے کا زیادہ ہی احترام کے قائل رہا کریں۔ اہانت، تحقیر، طعن و طنز اور رکیک کلمات کسی بھی ادمی کو اپنی زبان پر نہیں لانا چاہئے، چاہے گھر میں ہو یا خاندان کے افراد کے ساتھ ہو یا چاہے بازار و کوچہ میں لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو۔ بہر حال اسے

انجام ہی نہیں دینا چاہیئے۔ کیونکہ انسان کی زبان سے کنایہ و اشارہ میں نشتر یا زخم رکھے گی تو دوسروں کو آذیت بہر حال پہونچے گی، قیامت میں سانپ کے مانند اسی سے دچار ہو جائیں گے۔ رکیک زبان انسان کو پستی میں پہونچا دیتی ہے یہاں تک کہ اسے مسلمانوں کی صف سے جدا کر دیتی ہے۔

★ چوتھی قسم قانون مواسات ہے قبل کی اقسام سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، دوسروں کا دفاع کرنا:

ہر ایک مسلمان کا وظیفہ و فریضہ ہے کہ ایک دوسرے کی ناموس و جان کا دفاع کرنے والے ہوں، جس وقت کوئی ایک مسلمان کسی ایک مجلس میں حاضر ہو اور یہ مشاہدہ کرتا ہے کہ کسی مسلمان شخص کی غیبت کی جا رہی ہو تو واجب ہے کہ جس کی غیبت کی جا رہی ہے اس کا دفاع کرے اور واجب ہے کہ غیبت کو جاری رہنے میں مانع ہو، و گرنہ سبھی غیبت کرنے والے گناہ میں شریک شمار کئے جائیں گے یعنی غیبت کرنے والا، سننے والا، خاموش رہنے والا، دفاع نہ کرنے والا، دل سے چاہے راضی رہے یا نہ رہے ہر ایک گناہ میں ملوث شمار ہو گا۔

تمام فقہاء کی نظریہ کے مطابق غیبت کرنے والے اور غیبت سننے والے اور غیبت کا دفاع یا منع نہ کرنے والے میں کوئی بھی فرق نہیں ہے، اگر غیبت نہیں سننا چاہتے، پس اس کا دفاع کرنا چاہئے اور اگر دفاع بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنی ناراضگی کا ہی اظہار کر دیں۔

لوگوں کی ناموس اور ان کی جان کا دفاع کرنا اور ان دنوں سے زیادہ اہمیت کا حامل لوگوں کی عزت و آبرو کا دفاع کرنا بھی واجب ہے۔ یعنی یہ واجب بھی بالکل اسی طرح ہے جیسے نماز و رزوہ وغیرہ ہر ایک مسلمان پر واجب و فرض ہوتا ہے۔

لوگوں کی عزت و آبرو بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور مسلمان کو چاہئے کہ وہ خود کسی دوسرے کی آبرو ریزی و بے عزتی کا باعث نہ بنے، دیگر اشخاص کی آبرو ریزی میں بھی سد راہ بنے۔ (مرتضی مطہریؒ؛ کتاب انسان کامل)

★ آیات و روایات میں خدمت خلق کی اہمیت و فضیلت:

قرآن مجید کی آیات سے یہی ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ لوگوں کے نفع و فائدہ کیلئے ہوتا ہے وہی پائدار و جاوید ہوتا ہے اور جو کچھ عوام الناس کی خاطر سود مند و نفع بخش نہیں ہوتا یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے ہاتھ پانی کے اوپر ہے جو بہت جلد ختم ہو جائے گا اور اس پانی کا کوئی اثر باقی رہنے والا بھی نہ ہو گا۔

خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے: «لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ. صرف اللہ کو پکارنا برحق ہے اور وہ اللہ کو چھور کر جنہیں پکارتے ہیں وہ انہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے ایسے ہی جیسے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو کہ پانی (از خود) اس کے منہ تک پہونچ جائے حالانکہ وہ اس تک پہونچنے والا نہیں ہے اور کافروں کی دعا (اسی طرح) محض بے سود ہی ہے۔[رعد (13) ۱۴]

یعنی ہاتھ پانی کے کنارے پھیلایا ہے اور پانی تو نابود ہو جائے گا لیکن جو کچھ باقی رہنے والا ہے وہ امر لوگوں کو نفع پہونچانے والا ہے جو زمین پر باقی رہے گا، خداوند عالم اسی طرح مثال کو بیان کرتا رہتا ہے۔

مزید قرآن خداوند منان فرماتا ہے: «تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ».

واجب ہے کہ کارہائے خیر میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔[مائدہ (5) ۲]

قرآن کریم میں دوسری آیت میں پروردگار عالم فرماتا ہے: «إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ».

بیشک خدا نیکی و بھلائی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔[بقرہ (2) ۱۹۵]

کس قدر بہتر ہے کہ انسان خداوند منان کا محبوب ہو جائے۔ماں باپ اپنی بیٹی کو کامل جہیز دیتے ہیں تاکہ داماد اور اس کا خاندان خوشنود و راضی ہو جائے یا زوجہ بھرپور زحمت اٹھاتی ہے تاکہ مہمان کھانے پینے اور مہمان نوازی سے راضی ہو جائیں اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا راضی ہو جائے تو ارشاد ربانی ہوتا ہے: ایک دوسرے کی خدمت کرو تاکہ خالق تم سے محبت کرے۔

مرحوم کلینی اپنی کتاب الکافی میں امام صادقؑ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حقیقت میں حیرت انگیز ہے: ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؑ سے سنا ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا: جو شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے گا تو خداوند متعال اس کیلئے چھ ہزار حسنہ تحریر فرمائے گا اور اس کے چھ ہزار گناہ بخش دے گا اور اسے چھ ہزار درجات عطا فرمائے گا اور اس کی چھ ہزار حاجتیں پوری فرمائے گا۔

پھر امامؑ نے مزید فرمایا: «قَضَاءُ حَاجَةِ الْمُؤْمِنِ أَفْضَلُ مِنْ طَوَافٍ وَطَوَافٍ حَتَّى عَدَّ عَشْراً».

مومن کی ایک ہی حاجت پوری کرنا طواف اور طواف سے افضل ہے یہاں تک کہ دس طواف سے بھی زیادہ فضیلت رکھتا ہے! [الکافی، ۲/ ۱۹۴]

اس طرح کی روایتیں احادیث کی کتب میں کثرت سے پائی جاتی ہیں اور اس بات کی حکایت کرتی ہے کہ خدمت خلق کرنا ایک خاص مقام اور بے نظیر منزلت دینی تعلیمات میں رکھتا ہے۔

اہل معرفت اور اولیائے مخلوقات کی خدمت رسانی کی قدر و قیمت اور فضیلت سے آشنائی رکھنے والے ہیں اور اسی وجہ سے اگر ایک روز و شب خدمت خلق نہیں کریں گے تو انہیں ایسا لگے گا کہ جیسے کوئی چیز ان کی گم یا غائب ہوگئی ہے۔ یہاں تک کہ مثلا اہل دل، برف و باران کے وقت بیابان میں حیوانات اور چیونٹیوں کیلئے فکر مند ہوتے ہیں کہ بھوکے اور بے سر وسامانی کے نہ رہیں، کس طرح سے انسانوں کا خیال نہیں رکھے گا۔

کوفہ کے بازار میں ایک روز امیر المومنینؑ اپنی ظاہری خلافت کے دوران ایک عیسائی بوڑھے شخص کو دیکھتے ہیں جو گدائی کر رہا ہے آنخضرتؑ کو متعجب کیا اور امام علیؑ کا تعجب اس معنی میں ہے کہ آنخضرتؑ نے اس کے سلسلہ میں بازپرس کیا اور پھر اسے گدائی سے نجات عطا فرمائی لیکن اس کے بعد امیر المومنینؑ نے ایک وضاحت فرمائی کہ جس وقت وہ جوان تھا تو اس سے کام لیا اور جب وہ بوڑھا ہوگیا اور کسی کام کرنے کے لائق نہ رہا تو اس کی اعانت کے بجائے اسے گدائی کیلئے چھوڑ دیا؟! [تہذیب الاحکام، ۶/ ۲۹۲]

جب اہل کتاب کیلئے ائمہ معصومینؑ اس قدر فکر مند تھے تو مسلمانوں کیلئے کس حد تک خیال رکھتے رہیں ہوں گے !

جب ایک مسلمان کسی مجلس یا جلسہ میں موجود ہو اور یہ مشاہدہ کرے کہ کسی مسلمان کی غیبت ہو رہی ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس کا دفاع کرے اور یہ بھی واجب ہے کہ غیبت کو جاری و ساری رہنے میں مانع ہو و گرنہ اس کا بھی وہی گناہ قرار پائے گا غیبت کرنے والے کا جرم ہوتا ہے۔

پیغمبرؐ اعظم نے فرمایا ہے: تم یہ چاہتے ہو کہ خداوند منان تمہاری مدد کرے تو تم بھی لوگوں کی مدد و نصرت کرتے رہا کرو: «إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ فِي عَوْنِ الْمُؤْمِنِ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ».

اگر تم اپنے مالی حالات خراب دیکھو تو راہ خدا میں صدقہ دو چاہے تمہارے پاس کچھ بھی نہ ہو جب تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے کام کاج جاری وساری رہیں تو دوسروں کے کام کاج کو چلانے میں مددگار بنو۔ (ثواب الاعمال، ص ۱۳۵)

ایک دوسری روایت میں خاتم المرسلینؐ نے فرمایا ہے: قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: «مَنْ قَضَیٰ لِأَخِیهِ الْمُؤمِنِ حَاجَةً کَانَ کَمَنْ عَبَدَ اللہَ دَهْراً».

جو شخص بھی کسی برادر مومن کیلئے ایک حاجت پوری کرے گا تو وہ ایسا ہی ہے کہ اس نے اللہ کی ایک دہر عبادت انجام دی ہے۔ (بحار الانوار، ۷۱/۳۰۲)

خدمت کے نتیجہ میں خاتم الانبیاءؐ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے: «کَمَنْ عَبَدَ اللہَ دَهْراً.» یعنی حاجت پوری کرنے والا بالکل ایسے ہی جیسے اس نے ایک عمر تک اللہ کی بندگی کی ہے۔

دیگر حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: «إِنَّ لِلّٰهِ عِبَاداً فِی الْأَرْضِ یَسْعَوْنَ فِی حَوَائِجِ النَّاسِ هُمُ الْآمِنُونَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ».

بیشک زمین میں اللہ کیلئے بندے ہیں جو لوگوں کے حوائج کو پوری کرنے کی سعی و کوشش کرتے رہتے ہیں یہ وہی افراد ہیں جو قیامت کے دن امن وامان میں رہنے والے ہوتے ہیں۔ (کافی، ۲/۱۹۷)

یعنی جو شخص بھی مسلمانوں کی خدمت کرے گا وہ قیامت کے روز امن وامان میں رہے گا۔

ایک اور حدیث میں پیغمبر خداؐ فرماتے ہیں: «کَالْمُجَاهِدِ فِی سَبِیلِ اللہِ»

یعنی کہ جو شخص لوگوں کی خدمت کرے گا وہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے کے جیسا ہے۔

دوسری حدیث کو بھی ملاحظہ کیجئے: «مَنْ مَشَیٰ فِی حَاجَةٍ لِأَخِیهِ الْمُسْلِمِ حَتَّیٰ یُتِمَّهَا أَثْبَتَ اللہُ قَدَمَیْهِ یَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ».

جو شخص کسی مسلمان بھائی کی حاجت روی میں چلے گا یہاں تک کہ اس کی حاجت کو پوری کرے گا تو خداوند متعال اس دن جس میں لوگوں لے قدم متزل ہوں گے اس حاجت روی کرنے والے کے قدموں کو مستحکم فرمائے گا۔ (المومن، ص ۵۴)

یعنی خداوند عالم خدمت خلق کرنے والے کے قدموں کو پل صراط پر ثابت قدم رکھتے ہوئے عبور گزار دے گا۔

مزید رسول اکرم ایک روایت میں تذکرہ ملتا ہے: قَالَ رَسُولُ اللہِ ﷺ: «مَنْ قَضَیٰ لِمُؤمِنٍ حَاجَةً قَضَی اللہُ لَهُ حَوَائِجَ کَثِیرَةً».

جو کسی مومن کی حاجت کو پوری کرے گا تو اللہ تعالی بھی اس کی کثیر حوائج کو پوری فرمائے گا۔ (قرب الاسناد، ص ۵۶)

یعنی کہ جب تم دوسروں کے مشکلات کو حل کروگے تو خداوند متعال بھی تمہارے مشکلات کو حل کرے گااور ایسے افراد کی سعادتمندی کتنی اچھی ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا ہے: قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ؑ: «إِنَّ حَوَائِجَ النَّاسِ إِلَيْكُمْ مِنْ نِعَمِ اللهِ عَلَيْكُمْ فَلَا تَمَلُّوا النِّعَمِ».

بیشک جب بھی لوگوں میں سے کوئی شخص تمہارے پاس اپنی حاجت لے کر آئے تو یہ ایک ایسی نعمت ہے جس نے تمہارے دروازہ پر دستک دی ہے پس تم اپنی نعمت کو تنگ مت کرو۔ (کشف الغمہ، ۲/۲۹)

یعنی لوگوں کا تمہارے پاس حاجت روائی کی خاطر آنا پروردگار عالم کی نعمتوں میں ایک نعمت ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: «مَنْ لَمْ يَهْتَمّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ».

جو مسلم فرد ہر روز مسلمانوں کے امور میں اہتمام کا قصد نہ کرے پس وہ مسلمانوں میں سے ہی نہیں ہے۔ (اصول الکافی، ۲/۲۳۸)

رسولؐ رحمت سے خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعَهُمْ لِلنَّاسِ».

خداوند عالم کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو لوگوں کیلئے سب سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ (سابقہ حوالہ، ص ۲۳۹)

ایک اور حدیث میں ملتا ہے: «سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ ؟ قال: أَنْفَعُ النَّاسِ لِلنَّاسِ».

لوگوں نے رسولؐ اسلام سے عرض کیا: لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ شخص ہے کہ جس کا وجود لوگوں کیلئے سودمند ہوتا ہے۔ (اصول کافی، شیخ کلینی، ۲/۱۶۴)

مزید دوسری حدیث رسولؐ اکرم نے ذکر کیا ہے: «اَلخَلْقُ عِيَالُ اللهِ وَأَحَبُّهُمْ إِلَيهِ أَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهِ».

تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے عیال کیلئے سب سے زیادہ نفع پہونچانے والا ہوتا ہے۔ (سابقہ حوالہ)

اسی بناپر خدا کے بر گزیدہ بندوں اور انبیائے معصومینؑ لوگوں کے خدمتگزار ترین افراد میں سے تھے چونکہ یہی افراد اسوہ حسنہ اور الٰہی نمائندہ ہیں۔ پھر پیغمبرؐ اسلام ایک روایت میں فرماتے ہیں: خدا کے بندوں میں سے کوئی ایک بندہ مسلمانوں کے راستے میں سے ایک خاردار شاخ اٹھائے گا تو وہ اہل بہشت میں سے ہوگا۔ (سفینۃ البحار، شیخ عباس قمی، ۸۲/۲)

امام باقرؑ نے فرمایا ہے: کسی شخص کا اپنے برادر مومن کیلئے مسکرانا ایک حسنہ ہوتا ہے اور اس پر سے خش و خاشاک دور کرنا بھی حسنہ کا درجہ رکھتا ہے اور خدا کے نزدیک کوئی بھی چیز محبوب تر اگر ہو سکتی ہے تو ایک مومن کو مسرور و خوش کرنا ہے۔

برادر مومن سے خش و خاشاک دور کرنے کا مقصود علامہ مجلسیؒ نے اپنی کافی کی شرح میں روایت کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے کہ اسے کنایہ کے معنی میں بھی تسلیم کر سکتے ہیں وہ اس طرح سے کہ برادر مومن کی زندگی کے راستہ میں سے مشکلات و سختیوں کو دور کرنا ہے اور دوسرے معنی اس لفظ کے ظاہری معنی بھی ہو سکتے ہیں جبکہ ہماری نظر میں کنایہ معنی سے مراد زیادہ قوی دلیل ہے، بہر حال برادر مومن کی حاجت پوری کرنا اور اس کے امور کی مشکلات کو دور کرنا اہم ترین عمل ہے جو خدا کو پسند بھی ہے اور بہت زیادہ ثواب و اجر بھی رکھتا ہے۔

بعض افراد یہی سوچ رکھتے ہیں کہ عبادت صرف نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا حج کرنا وغیرہ ہی اور کچھ لوگ اس بات سے رہ کر غفلت و نادانی اور خود پسندی میں ڈوبے رہتے ہیں کہ اگر ان کی آنکھوں کے سامنے کوئی شخص بھوک و پیاس کی بناپر جان بھی دیدے تو انہیں کوئی بھی غم و تکلیف نہیں ہوتی ہے، یہ حادثہ مکرر دیکھا گیا ہے کہ ایسے ہی افراد یہاں تک کہ عبادی سفروں جیسے عتبات عالیات کی زیارت اور حج و عمرہ میں تمام اپنے اوقات کو زیارت و دعا اور انفرادی اعمال میں گذار دیتے ہیں اور اپنے ہمسفر اور ہمراہی افراد کی کسی بھی طرح کی مدد و نصرت نہیں کرتے، جبکہ یہ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے قافلہ کے درمیان ضعیف و ناتوان افراد بھی موجود ہیں جنہیں نصرت و مدد کی اشد ضرورت ہے۔

خداوند متعال قرآن کریم میں فرماتا ہے: جس طرح سے پروردگار عالم تم لوگوں کے ساتھ اپنے فضل و کرم کا سلوک کرتا ہے تو تم لوگ بھی ایک دوسرے کے ساتھ فضل و کرم کرتے رہا کرو۔

قرآن مجید میں ارشاد پروردگار عالم ہو رہا ہے: «وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ».

اور آپس میں ایک دوسرے پر فضل و کرم کرنے کو فراموش نہ کرو۔ [بقرہ (2) ۲۳۷]

پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے: تم لوگوں میں عابد ترین فرد وہ شخص ہے جو دوسروں کے بارے میں زیادہ خیر خواہ ہے اور تمام مسلمانوں کی نسبت سلیم القلب اور باصفا دل رکھتا ہے۔ (اصول کافی، ۱۶۳/۲)

اسی بنیاد پر اگر تم لوگوں کے مرجع حاجات قرار پائے تو خوش حال ہو جائے کہ خداوند عالم تم سے محبت کرتا ہے چنانچہ گھر میں یا اپنی ملازمت کے مقام آفس کے ساتھ لوگوں کے اوپر دروازہ بند کر رکھا ہے اور لوگ آپ کے پاس مراجعہ نہ کریں یا مراجعہ کرنے نہیں کر سکیں، تو یہ جان لو کہ آپ خداوند عالم کی رحمت سے دور ہی ہو لہٰذا خوش و خرم ہونے کے بدلہ میں مغموم و مہموم ہونا چاہیئے۔

ایک مسلمان فرد کسی بھی وقت تمام مسلمانوں کی نسبت تکلیف و گرفتاریوں سے لا تعلق و بے حس نیز ان کے حالات واحوال سے بے خبر نہیں رہنا چاہیئے، مگر یہ بے حس ولا تعلق رہے گا تو لا محالہ خود پسندی و خود غرضی سے دچار ہو گا کہ جو صرف اپنی ذات کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکے گا۔

حالانکہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے: «وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ».

اور (یاد رکھو) نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ [مائدہ (5) ۲]

احادیث شریفہ سے استفادہ ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص جو خداداد امکانات کو برادران دینی کی حوائج کو رفع کرنے میں استعمال نہیں کرے گا تو قہری طور پر اسے خدا کے دشمنوں اور گناہ کی خدمت میں ہی قرار دے گا۔

امام باقرؑ نے فرمایا ہے: جو شخص کسی مسلمان بھائی کی مدد کرنے میں کنجوسی کرے گا اور اس کی حاجت روائی میں کوتاہی کرے گا تو وہ اس بات پر مجبور ہو گا کہ ایسے شخص کی مدد کرے جو انہی امکانات کے ذریعہ خود مدد کرنے والے کے خلاف اقدام کرے اور اس راہ میں اسے کوئی بھی جزا و اجر نہیں ملے گی۔ (اصول کافی، ۳۶۶/۲)

اس روایت اور اس جیسے بہت سی مثالیں یہ بیان کرنے والی ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی برادر ایمانی کی ضرورت کو پوری کر سکتا تھا اور اس کی حاجت روائی میں کوتاہی کرتا ہے تو غضب پروردگار عالم میں گرفتار کیا جائے گا اور اسے دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کیلئے اپنے آپ کو آمادہ کر لینا چاہیئے۔

اسی وجہ سے جو شخص بھی اپنے برادران دینی کی خدمت کر سکتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اس میں مضائقہ نہ کرے اور اگر کوئی اسی کی طرف متوجہ ہو رہا ہے تو کشادہ بازو کے ساتھ اس کا استقبال کرے اور پھر اسے پروردگار عالم کی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کرے کیونکہ خداوند متعال کی عظیم نعمتوں میں سے یہی ہے کہ بندگان خدا کی حاجات و مطالبات اس کی ذات سے وابستہ ہے جسے اللہ نے عطا فرما رکھا ہے اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے گھروں کو لوگوں کیلئے کھلا رکھتے ہیں اور بد نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے گھر کے دروازے مخلوقات کیلئے کھلا نہیں رکھتے۔

امام صادقؑ نے فرمایا ہے: جو شخص کسی برادر دینی کی ایک حاجت کو پوری کرتا ہے تو خداوند عالم قیامت کے روز اس کی ایک لاکھ حوائج کو پوری فرمائے گا ان مطالبات میں سب سے پہلا مطالبہ بہشت ہے اور من جملہ اجر و ثواب میں سے یہ ہے کہ وہ اپنے متعلقین، آشناؤں اور برادران دینی میں کسی کو بھی وارد بہشت کرے۔ (سابقہ حوالہ، ص ۱۹۳)

بہر حال اس قدر برادران دینی کی مدد کی اہمیت اور ان کے حوائج کو پوری کرنے کے بارے میں سفارش و تاکید ہوئی ہے کہ اگر کوئی شخص برادر دینی کی حاجت کو پوری کرنے کیلئے ایک قدم بھی اٹھائے گا لیکن کامیاب نہیں ہوا پھر بھی اسے خدا کی طرف سے اجر کثیر عنایت کیا جائے گا۔

امام صادقؑ نے فرمایا ہے: ہر مومن کہ جو اپنے برادر مومن کی حاجت روائی کیلئے اقدام کرے گا تو خداوند متعال اس کیلئے ہر ایک قدم پر ایک ثواب رقم کرے گا اور اس کا ایک گناہ کم کرے گا اور بہشت میں ایک درجہ بلند مقام میں اضافہ فرمائے گا۔ (اختصاص، شیخ مفید، ص ۲۷)

★برادران دینی و ایمانی کے حقوق:

برادران دینی کے حقوق کی رعایت کرنا اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے بھی اس رعایت نہیں کی ہے تو وہ دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس مطلب کی وضاحت کیلئے امام صادقؑ کی ایک روایت اس سلسلہ میں یہاں پر نقل کر رہے ہیں لہٰذا اختصار کی غرض سے ہم اسے سچی کہانیں (داستان راستان) نامی کتاب سے بیان کرتے ہیں۔

حکایت اس طرح سے ہے کہ ایک شخص عبد الاعلی نامی کوفہ سے مدینہ کی طرف عزم سفر کرتا ہے اور چند سوالات کو مکتوب شکل میں امام صادقؑ کی خدمت میں پیش کرتا ہے ان کا جواب بھی دریافت کرتا ہے؛ لیکن آنحضرتؑ اس کے ایک سوال کا جواب زبانی بیان فرماتے ہیں جو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حقوق سے متعلق ہوتا ہے اسے بغیر جواب کے چھوڑ دیتے ہیں۔ عبد الاعلی جب کوفہ کی طرف پلٹتے ہیں تو دوبارہ امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور اسی بغیر جواب والے سوال کو دوبارہ پیش کرتے ہیں۔

آنحضرتؑ فرماتے ہیں: «میں نے ہی عمداً اس سوال کا جواب نہیں دیا تھا!» اور جب سائل نے امامؑ سے اس کی دلیل کے بارے میں دریافت کیا تو امامؑ جواب میں فرماتے ہیں: «کیونکہ مین ڈرتا ہوں کہ میں حقیقت کو تمہیں کہوں اور تم اس پر عمل درآمد نہ کر سکو اور دین سے خارج ہو جاؤ گے۔«

اسی وقت امامؒ اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: «بیشک بندگان خدا کے بارے میں تکالیف الٰہی سب سے زیادہ سخت ہے وہ تین امور ہیں؛

اول یہ کہ اپنے اور دیگر افراد کے درمیان عدل وانصاف کی رعایت کرنا اس حد تک کہ خود انسان اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے ساتھ بھی ویساہی سلوک کیا جائے تو اپنے برادر دینی کے ساتھ بھی اسی طرح کا سلوک کرو؛

دوسرے یہ کہ اپنے مال سے مسلم برادران کی مدد کیلئے مضائقہ نہ کرے؛

تیسرے یہ کہ خدا کا ذکر ہر حال میں کرتا رہے۔». (ملاحظہ کیجئے: فارسی زبان کی کتاب داستان راستان، مرتضی مطہری، ۲/ ۲۰۷ـ۲۰۹ یا اردو زبان میں سچی کہانیاں)

★اہل معرفت کا مسلک و ہدف اور مقصود

تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ انبیاء کرامؑ اور ائمہ معصومینؑ کے بعد اس انسانی معاشرہ کے امور میں اہتمام اور سب سے زیادہ سعی و کوشش کرنے والے افراد علمائے عظام اور بزرگان دین و معرفت ہی کرتے رہے ہیں کہ جو ہمیشہ سماج کے قلب میں اور عوام کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے ہیں اور انہیں کو زندگی کی مشکلات کی قید و بند سے نجات دیتے میں، بزرگترین مصائب و غموں کو جان کے بدلہ میں خریدا ہے اور دوسروں کو بھی تاکید کرتے رہے ہیں۔

ہماری مراد امام خمینیؒ ہیں جنہوں نے اپنے اخلاقی وصیت نامہ اپنی اولاد سے مطالبہ کیا ہے: میرے فرزند! انسانی ذمہ داری حق کی خدمت اور یہ خدمت خلق کی صورت میں ہے لہٰذا اپنے شانہ کو اس بار گراں سے خالی نہ رکھو۔ (صحیفہ نور، ۳۵۹/۲۲)

ان حیات کے زمانہ میں بھی ہمیشہ کی ایک تشویشناک چیز یہی تھی کہ لوگوں کی گرفتاری کو رفع کیا جائے اور ہمیشہ حکومت کے اہل کاروں کو بھی اسی امر کی طرف متوجہ کیا کرتے تھے۔

عالمان عارف کم نہیں ہیں کہ جنہوں نے تمام عمر انتہائی قناعت کے انداز میں گذاری ہے یہاں تک کہ انہیں کے ہمسائگان اور اطرافیان بھی کسقدر کمتر رنج و غربت کو تحمل کیا ہے۔

الحاج میرزا علی آقا قاضیؒ، علامہ طباطبائیؒ کے استاد عرفان کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ ان کے گھر کے قریب ہی میں غربت و فقر کا مارا ایک پھل فروش کا قیام رہتا ہے اور مرحوم قاضیؒ ہمیشہ اس کے پاس سے خراب یا دبے ہوئے پھل اور سبزی خریدا کرتے تھے اور اپنے استعمال میں لایا کرتے تھے۔ ایک روز انہی کا ایک شاگرد غیر مرغوب کا ہو کو استاد قاضیؒ کے ذریعہ جدا

کرنے کا مشاہدہ کر رہا تھا تو شاگرد اس کی علت دریافت کرتا ہے لٰہذا استاد جواب میں یہ کہتے ہیں: اے فرزند! یہ پھل بیچنے والا ایک فقیر و غریب شخص ہے۔ کبھی کبھی میں اس کی مدد کیا کرتا ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھی چیز اس سے بغیر معاوضہ کے دینا نہیں چاہتا تاکہ اس کی عزت نفس ختم نہ ہو اور اسی ضمن میں خدانخواستہ مفت لینے کی اسے عادت پڑ جائے گی۔ لٰہذا میرے لئے بھی کچھ فرق نہیں پڑتا کہ میں لطیف و نازک کا ہو کھاؤں یا ان غیر مرغوب کا ہو کو کھاتا رہوں! (رجوع کیجئے کتاب سیمای فرزانگان، رضا مختاری، ص ۳۴۹)

شیخ جعفرؒ کاشف الغطاء کے حالات زندگی میں رقم ہے کہ یہ عالم دین ضرور تمندوں کی اس قدر خبر گیری کیا کرتے تھے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے فعال تھے کہ کبھی تو یہ بھی دیکھا جاتا تھا کہ جو کچھ اپنے پاس سرمایہ رکھتے تھے اسے بھی انفاق کر دیا کرتے تھے اور جس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو جاتا تھا یا تنگی بھی ہوتی تھی تو جس مکان میں خود رہا کرتے تھے اسے بھی گروی رکھ دیتے تھے اور اس سے حاصل شدہ رقم کو فقراو مساکین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ (حوالہ سابق، ص ۳۵۸-۳۵۹)

شیخ مرتضی انصاریؒ کی زندگی کے احوال میں ذکر ہوا ہے کہ فقراو مساکین کی دستگیری کو اپنا ایک حتمی وظیفہ کا جزو سمجھا کرتے تھے اور لباس تبدیل کر کے ان غریبوں و فقیروں کے گھروں کے دروازہ پر جایا کرتے تھے۔ مختلف افراد نے نقل ہوا ہے کہ دزفول کے محلوں میں سے کسی ایک محلّہ میں ایک مجبور ضرور تمند رہا کرتا تھا کہ شیخ انصاریؒ ہر شب کو اپنا رات کا کھانا اسی فقیر کو دیا کرتے تھے اور خود بھوکے سو جایا کرتے تھے۔

دزفول کے علماء میں ایک عالم دین کہتے ہیں کہ میں ایک روز شیخ انصاریؒ کی خدمت میں گیا اور ایک فاضل سید کیلئے جو بہت حاجتمند تھا اور اس کی زوجہ بیمار ہو گئی تھی کی مدد کا مطالبہ کیا۔ تب انہوں نے جواب دیا: فی الحال میرے پاس اجارہ کی نماز و روزہ کی رقم کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ دو سال کے اجارہ پر عبادت اسے دیدوں تاکہ اس ضرورت پوری ہو جائے۔ میں کہا کہ فلا شخص نہایت شریف ہے اور اب تک اس نے اس طرح کے امور کو انجام نہیں دیا ہے۔ تب شیخ انصاریؒ نے کچھ غور و فکر کرنے کے بعد کہا: پھر تو میں خود ہی دو سال کے اجارہ کی عبادت بجالاتا ہوں اور اس کی اجرت میں تمہیں دیتا ہوں تاکہ تم اس سید فاضل کو دیدو! اور علامہ انصاری نے بھی ایسا ہی کیا۔ (حوالہ سابق، ص ۲۶۰)

قرآن کریم کی 47 نمبر پر سورہ محمدﷺ کی آخری آیہ کریمہ پرھم اپنی بات مکمل کرنا چاھتے ھیں: «هَا أَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ».

آگاہ رہو! تم ہی وہ لوگ ہو جنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کی دعوت دی جاتی ہے تو تم میں سے بعض کنجوسی و بخل کرتے ہیں اور جو بخل و کنجوسی کرتا ہے تو وہ خود اپنے ہی آپ سے کنجوسی و بخل کرتا ہے اور اللہ تو بے نیاز ہے اور محتاج تم ہی ہو اور اگر تم نے منہ پھیر لیا تو اللہ تمہارے بدلے اور لوگوں کو لے آئے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

فی سبیل اللہ یعنی ہر کار خیر کا نام ہے، اس کا جہاد سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ انسان کو اس نکتہ کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ بخل و کنجوسی کا نقصان دوسروں سے پہلے خود کنجوس و بخیل کو ہوا کرتا ہے کہ دنیا میں ناداروں و فقیروں جیسی گزارتا ہے اور آخرت میں مالداروں و بے نیازوں جیسا حساب دیتا ہے۔ موفق و مؤید رہیں

فقط والسلام

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام:

یہ دنیا سچوں کے لیے سچائی کا گھر ہے، جو اس سے نصیحت حاصل کرے اس کے لیے سلامتی کا گھر ہے، اور جو اس کی حقیقت کو سمجھے اس کے لیے بے نیازی کا گھر ہے۔ یہ اللہ کے دوستوں کی مسجد ہے، فرشتوں کی عبادت گاہ ہے، اور اللہ کی وحی کے نزول کی جگہ ہے۔

نہج البلاغہ

پرچمدار نینوا باب الحسین حضرت عباس بن علی علیہ السلام

عالی جناب مولانا سید حسین اختر رضوی اعظمی

سحر عالمی نیٹ ورک تہران ایران

حضرت عباس علیہ السلام کی ولادت با سعادت کے عظیم موقع پر اہل بیت علیہم السلام کے دوستوں اور محبوں کے قلوب خوشی و شادمانی سے معمور ہیں عرش پر رہنے والے معصوم فرشتے بھی خوشی و شادمانی سے آج کی مناسبت سے ایک دوسرے کو تہنیت و مبارکباد پیش کررہے ہیں آج اس عظیم ہستی کی ولادت با سعادت کا دن ہے جس کی رفتار و گفتار، کرامت و شہامت کی جلوہ گاہ ہے، جس کے کردار کی باران رحمت تمام تشنگان فضیلت کو سیراب کرتی ہے۔ آج ہم سرچشمہ ایمان و یقین تک پہنچنے کے لئے کسی رہنما کے محتاج ہیں ہماری حیات تشنہ ہے اور ہمارے قلوب اس بات کی خواہش و آرزو رکھتے ہیں کہ اولیاء دین اور وہ افراد جو فضیلت و پاکیزگی کا نمونہ اور ان کے اختیار میں جو بہترین و گوارا زمزم ہے اس سے ہمیں سیراب کریں گے اور انہیں اولیاء الہی میں حضرت عباس بن علی علیہما السلام بھی ہیں، آپ شجاعت و بہادری، ایمان و معنویت، استقامت و وفاداری اور عبادت و معرفت میں لوگوں کے لئے اسوہ و نمونہ ہیں۔

شعبان المعظم کی چوتھی تاریخ علمدار کربلا حضرت عباس بن علی علیہ السلام کی ولادت با سعادت کا دن ہے حضرت عباس بن علی علیہما السلام سن چھبیس ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ (1)

آپ نے اپنے لخت جگر کا نام "عباس" یعنی میدان جنگ کا شجاع و بہادر شیر رکھا۔ (2)

آپ اپنے والد ماجد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور اپنی مادر گرامی فاطمہ بنت حزام بن خالد عامریہ کی آغوش عطوفت میں اس طرح پروان چڑھے کہ مظہر غیرت اور ایثار و شجاعت کا پیکر بن گئے۔ حضرت عباس بن علی علیہما السلام نے اپنی پوری حیات طیبہ میں اپنے والد ماجد اور اپنے معصوم بھائیوں سے بھرپور استفادہ کیا اور تمام فضائل و کمالات کا مظہر بن گئے۔ (3)

آپ نے جو کچھ بھی ان تین عظیم ہستیوں سے حاصل کیا تھا اسے کربلا کے میدان میں واضح و آشکار کردیا اور عاشور حسینی کے دن اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے اور عرفان و تقوی اور پاکیزہ سیرت کی بناء پر لوگوں کے لئے ایثار و قربانی اور پاکیزگی کی مثال بن گئے۔ آپ کا نورانی وجود، نورانیت و معنویت کی راہنمائی چاہنے والوں کے لئے چراغ اور آپ کے معطر الہی صفات، حقیقت کے متلاشیوں کے لئے رہنما بن گیا۔ (4)

حضرت عباس علیہ السلام اپنے والد ماجد حضرت امام علی علیہ السلام کے زیر سایہ اور اپنی باایمان و وفادار مادر گرامی کی آغوش عطوفت اور اپنے بڑے بھائیوں امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے ساتھ پروان چڑھے، آپ نے ان تین معصوم اماموں سے کسب فیض کرکے فضیلت و آداب کے اصول سیکھے خصوصاً آپ ہمیشہ اپنے آقا سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے اور ایک لمحے کے لئے بھی حضرت سے جدا نہ ہوئے بلکہ ان کے اخلاق و کردار سے اپنے کو زینت بخشی اور ان کے کردار و گفتار کے اعلی نمونے کو اپنے لئے اسوہ و نمونہ قرار دیا۔ (5) بے شک حضرت امام علی علیہ السلام کی خاص تربیت اور اعلی صفات و کمالات نے اس نوجوان کی فکری اور روحانی شخصیت کے نکھارنے میں بہت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔ حضرت عباس علیہ السلام نے عہد طفولیت سے ہی اس بات کو ذہن نشین کرلیا تھا کہ کلمہ حق کی سربلندی اور توحید کا پرچم لہرانے میں ایثار و قربانی کا جذبہ پیش کرنا ہے اور اس چیز کو اپنے جان و دل میں بسا رکھا تھا اور آخر دم تک اس پر ثابت قدم رہے۔ (6)

حضرت عباس علیہ السلام اپنے والد ماجد حضرت علی علیہ السلام کے ہمراہ چودہ برس رہے جس میں آخر کے پانچ برس دشمنوں سے مقابلہ کرنے میں گذرے، حضرت عباس علیہ السلام ان میں سے بعض جنگوں میں شریک رہے حالانکہ آپ نے ابھی جوانی کی دہلیز پر ہی قدم رکھا تھا اس کے باوجود آپ بہت ہی پھرتیلے، بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے والے اور اپنے مقابل بہادر و جنگجوؤں سے مقابلہ کرنے والے تھے۔ (7) بعض مورخین نے جنگ صفین میں آپ کی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے کے متعلق تحریر کیا ہے کہ جو نوجوانی اور بارہ برس کی زندگی میں ان کے جنگ کے اسرار رموز سے آگاہی اور آشنائی پر دلالت کرتے ہیں۔انہوں نے مزید تحریر کیا ہے کہ جنگ صفین میں جب معاویہ کے لشکر نے نہر پر قبضہ کرکے پانی پر پابندی عائد کی اور حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب کے لئے پانی کی عدم موجودگی، جان کا خطرہ بنی تو آپ نے اپنے اصحاب کو نہر پر سے قبضہ ہٹانے کا حکم دیا اس وقت خود آپ نے امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ نہر سے پہرہ ہٹانے اور پانی پر قبضہ جمانے کے لئے دشمنوں سے زبردست جنگ لڑی۔ (8)

حضرت عباس علیہ السلام نے اپنے بابا کی شہادت کے چند برس بعد اٹھارہ برس کی عمر میں عبد اللہ ابن عباس کی بیٹی "لبابہ" سے شادی کی۔ (9) ابن عباس، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی، راوی حدیث، مفسر قرآن اور حضرت علی علیہ السلام کے برجستہ و لائق شاگرد تھے جناب لبابہ کی معنوی و فکری شخصیت نے بھی قرآن کریم کے اس عظیم مفسر کے گھر میں تربیت پائی اور علم وادب سے مالا مال ہوئیں۔ اس مبارک شادی کے نتیجے میں دو نورانی فرزند "عبد اللہ" اور "فضل" پیدا ہوئے جو آگے چل کر بزرگ عالم دین اور قرآن کریم کے مروج بنے۔

حضرت عباس علیہ السلام کی اولادوں میں بھی بہت سے ایسے افراد ہیں جن کا شمار، حدیث کے راوی اور دوسرے ائمہ کے زمانے میں بزرگ عالم دین میں ہوتا ہے اور یہ علوی نور علم، جو عباس بن علی علیہ السلام کے وجود نازنین میں جلوہ گر ہوا تھا اس کا سلسلہ میں آنے والی نسلوں میں بھی جاری رہا اور دین خدا کی پاسبانی کی، جس میں سب کے سب عالم، عابد، فصیح و بلیغ اور ادیب تھے۔(10)

حضرت عباس بن علی علیہ السلام نہایت ہی حسین و جمیل اور اخلاق حسنہ کے مالک تھے ان کا ظاہر و باطن ایک تھا، آپ کا نورانی وتابناک چہرہ آپ کو دوسروں سے ممتاز کرتا تھا اور بنی ہاشم کے درمیان کہ جس میں سب کے سب جمال و کمال کے درخشاں ستارے تھے، حضرت عباس علیہ السلام چاند کی مانند تھے اسی بناء پر آپ کو " قمر بنی ہاشم " کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔(11) آپ کے حسن و جمال کی توصیف میں صرف شکل و صورت یا آپ کے قد و قامت ہی کو نہ بیان کیا جائے بلکہ ان کی روشن و منور فضیلتیں بھی اس خوبصورتی میں سہیم ہیں اسی طرح حضرت عباس علیہ السلام کے تقوے اور پرہیزگاری، دیانت اور وفاو عہد کا تذکرہ ہر ایک کی زبانوں پر تھا اس کے علاوہ آپ کا شمار، اسلام کے بڑے بہادروں میں ہوتا تھا آپ نے شجاعت و دلاوری اپنے والد ماجد سے ورثے میں پائی تھی اور آپ کی کرامت و شہامت، عزت نفس، پرکشش و جاذب چہرہ، بنی ہاشم کی تمام عظمتوں کا مرقع تھا آپ کی پیشانی پر سجدوں کے آثار نمایاں تھے جو خداوند عالم کے سامنے ان کے خضوع و خشوع اور تہجد و عبادت کی حکایت کررہے تھے آپ خدا کی راہ میں مبارزہ کرنے والے اور روز و شب کے تمام اسرار رموز سے آشنا سپاہی تھے۔(12)

حضرت عباس علیہ السلام کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ نافذ البصیرہ اور گہری نظر رکھتے تھے اور معاشرے کے تمام سیاسی حالات اور کفر و نفاق کے تمام مکر و حیلے سے بخوبی واقف و آگاہ تھے آپ صرف ایک بڑے بہادر و جانباز اور شجاع علمبر دار ہی نہ تھے بلکہ آپ کی شخصیت فقاہت و قداست، عبادت و بصیرت، دور اندیشی، سادگی اور زہد و تقوی سے معمور تھی اور اسی بصیرت و عمیق نظر کا نتیجہ تھا کہ آپ نے امام وقت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی حمایت میں قیام کیا اور شرافت و کرامت کے اعلی مقام پر فائز ہوئے اور صفحہ تاریخ پر ہمیشہ کے لئے اپنے نقوش چھوڑ دیئے۔(13)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے چچا حضرت عباس علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں: ہمارے چچا عباس نافذ البصیرۃ تھے انہوں نے اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جہاد کیا اور آزمائش کی کسوٹی پر بالکل کھرے اترے اور جام شہادت نوش کیا۔(14) بصیرت و دور اندیشی جسے امام علیہ السلام نے آپ کی توصیف میں بیان کیا ہے وہ آپ کے لئے بہترین

اور قابل افتخار سند ہے ایسی بصیرت ودوراندیشی جس کی آج سماج کے ہر طبقے کو بہت سخت ضرورت ہے کونکہ کہ یہی بصیرت ہے جو سخت و پیچیدہ مراحل اور دقیق فیصلے کے وقت انسان کو سیدھے اور ولایت کے صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

حوالہ جات

1۔اعیان الشیعہ ج 7 ص 429، نفس المہموم ص 285، حیاۃ ابی الفضل العباس ص 61، محمودی، ماہ بی غروب ص 31، کاشانی، سقائے کربلا ص 89، کریمۃ الخلائق ام البنین ص 76

2۔ موسوعۃ بطل العلقمی ج 2 ص 12، مثیر الاحزان ص 254، مقاتل الطالبین ص 89

3۔ سر السلسلۃ العلویہ ص 88، عمدۃ الطالب ج 1 ص 105، موسوعۃ بطل العلقمی ج 2 ص 12، الخصائص العباسیہ ص 64

4۔ مقرم العباس ص 177، حیاۃ ابی الفضل العباس ص 52، کبریت الاحمر ص 386، بہشتی، قہرمان علقمہ ص 43، موسوعۃ بطل العلقمی ج 2 ص 12

5۔ موسوعۃ بطل العلقمی ج 2 ص 11، خصائص العباسیہ ص 107، مقرم، العباس ص 130، ماہ بی غروب ص 97، بغدادی، العباس ص 71

6۔ قہرمان علقمہ ص 103، خصائص العباسیہ ص 123، ماہ بی غروب ص 97

7۔ ماہ بی غروب ص 50، تاریخ مرقد الحسین والعباس ص 242

8۔ معالی السبطین ج 2 ص 437، مقرم، العباس ص 242، کبریت الاحمر ص 385

9۔ چہرہ درخشان قمر بنی ہاشم ج 2 ص 120، بحار الانوار ج 45 ص 41 زبیری، نسب قریش ج 1 ص 79، سقائے کربلا ص 98، تلمسانی، الجوہرۃ ص 59

10۔ چہرہ درخشان قمر بنی ہاشم ج 2 ص 118، ماہ بی غروب ص 89

11۔ مقاتل الطالبین ص 90، مثیر الاحزان ص 254، مولد العباس بن علی ص 30

12۔ زندگانی حضرت ابوالفضل العباس ص 124، ابن اعثم کوفی، الفتوح ج 4 ص 5، مقتل الحسین ج 1 ص 348، امالی شیخ صدوق، ص 462

13۔ بخاری، السلسلۃ العلویہ ص 89، نہج البلاغہ خطبہ 153، عمدۃ المطالب ص 356

14۔ موسوعۃ بطل العلقمی ج 3 ص 172، مقتل الحسین ج 1 ص 345، الارشاد ص 338، تذکرۃ الخواص ج 2 ص 611، اعلام الوری ج 1 ص 457

برزخ کی خوشی:-آیۃ اللہ فاطمی رح

کسی کو خوش کرنا برزخ کے روشن ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ یہ بات روایات میں بیان ہوئی ہے۔ مومن کے دل میں خوشی ڈالنا ہمیشہ بڑے بڑے کاموں کا محتاج نہیں ہوتا، بلکہ چھوٹے اور سادہ اعمال بھی اس کا سبب بن سکتے ہیں، یہاں تک کہ صرف ایک فون کال کرنا بھی۔ اس کی مشکل گھڑی میں کسی نہ کسی طرح اس کی مدد کرنا بھی دل کو خوش کرنے میں شامل ہے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

جب ایک مومن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ایک نورانی چہرہ داخل ہوتا ہے، وہ اس کا ساتھی بنتا ہے اور کہتا ہے:

"اے عزیز! برزخ میں خوف زدہ نہ ہونا، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

وہ نورانی چہرہ قیامت کے دن تک اس کے ساتھ رہتا ہے۔ برزخ میں یہ بہت بڑی بات ہے، کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم وہاں کتنے برسوں تک رہیں گے۔ پھر وہ مومن اٹھتا ہے، وہ نورانی چہرہ اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اسے سیدھا جنت کے دروازے تک لے جاتا ہے اور کہتا ہے:

"جناب! اب تشریف لے جائیے، خداحافظ۔"

مومن کو تعجب ہوتا ہے، وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے اور پوچھتا ہے:

آپ کون ہیں؟ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

وہ نورانی چہرہ جواب دیتا ہے:

میں وہ خوشی ہوں جو تم نے اپنے مومن بھائی کے دل میں ڈالی تھی۔ "

اللہ گواہ ہے کہ کسی کے دل کو خوش کرنا تقدیروں کو بدل دیتا ہے۔

فضیلت اور اس کے اعمال

شعبان وہ عظیم مہینہ ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہے۔ حضور اس مہینے میں روزے رکھتے اور اس مہینے کے روزوں کو ماہ رمضان کے روزوں سے متصل فرماتے تھے۔اس بارے میں آنحضرت کا فرمان ہے کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور جو شخص اس مہینے میں ایک روزہ رکھے تو جنت اس کے لیے واجب ہو جاتی ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ماہ شعبان چاند نمودار ہوتا تو امام زین العابدین علیہ السلام تمام اصحاب کو جمع کرتے اور فرماتے : اے میرے اصحاب ! جانتے ہو کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ یہ شعبان کا مہینہ ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شعبان میرا مہینہ ہے۔پس اپنے نبی کی محبت اور خدا کی قربت کے لیے اس مہینے میں روزے رکھو۔اس خدا کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں علی بن الحسین کی جان ہے، میں نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی علیہما السلام سے سنا۔وہ فرماتے تھے میں اپنے والد گرامی امیر المومنین علیہ السلام سے سنا کہ جو شخص محبت رسول اور تقرب خدا کے لیے شعبان میں روزہ رکھے تو خدائے تعالیٰ اسے اپنا تقرب عطا کرے گا قیامت کے دن اس کو عزت و حرمت ملے گی اور جنت اس کے لیے واجب ہو جائے گی۔

شیخ نے صفوان جمال سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنے قریبی لوگوں کو ماہ شعبان میں روزے رکھنے پر آمادہ کرو! میں نے عرض کیا، اس کی فضیلت کیا ہے؟ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ جب شعبان کا چاند دیکھتے تو آپ کے حکم سے ایک منادی یہ ندا کرتا:

اے اہل مدینہ ! میں رسول خدا کا نمائندہ ہوں اور ان کا فرمان ہے کہ شعبان میرا مہینہ ہے خدا کی رحمت ہو اس پر جو اس مہینے میں میری مدد کرے یعنی روزہ رکھے۔"

صفوان کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے تھے جب سے منادی رسول نے یہ ندا دی ہے، اس کے بعد شعبان کا روزہ مجھ سے قضا نہیں ہوا اور جب تک زندگی کا چراغ گل نہیں ہو جاتا یہ روزہ مجھ سے ترک نہ ہوگا۔ نیز فرمایا کہ شعبان ورمضان دو مہینوں کے روزے توبہ اور بخشش کا موجب ہیں۔

اسماعیل بن عبدالخالق سے روایت ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا جب کہ روزہ شعبان کا ذکر ہوا۔اس وقت حضرت نے فرمایا: ماہ شعبان کے روزے رکھنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔

اس عظیم وشریف مہینے کے اعمال دو قسم کے ہیں:

اعمال مشترکہ اوراعمال مخصوصہ"

اعمال مشترکہ میں چند امور ہیں:

ا۔ ہر روز ستر مرتبہ کہے:

استغفراللہ واسئلہ التوبۃ

بخش چاہتا ہوں اللہ سے اور توبہ کی توفیق مانگتا ہوں

۲۔ ہر روز ستر مرتبہ کہے:

استغفراللہ الذی لآالہ الاھوالرحمن الرحیم الحی القیوم واتوب الیہ

بخشش کا طالب ہوں اللہ سے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بخشنہار ومہربان ہے زندہ بعض روایات میں الحہ القیوم کے الفاظ نگہبان اور میں اس کے حضور توبہ کرتا ہوں زندہ و پائندہ الرحمٰن الرحیم سے قبل ذکر ہوئے ہیں

بخشنے والا اور مہربان

پس جیسے بھی عمل کرے مناسب ہوگا۔روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کا بہترین عمل استغفار ہے اور اس مہینے میں ستر مرتبہ استغفار کرنا گویا دوسرے مہینوں میں ستر ہزار مرتبہ استغفار کرنے کے برابر ہے۔

۳۔ صدقہ کرے اگرچہ وہ نصف خرما ہی کیوں نہ ہو،اس سے خدا اس کے جسم پر جہنم کی آگ کو حرام کردے گا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ماہ رجب کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ تم شعبان کے روزے سے کیوں غافل ہو؟راوی نے عرض کی فرزند رسول! شعبان کے ایک روزے کا ثواب کس قدر ہے؟فرمایا قسم بخدا کہ اس کا اجر وثواب بہشت ہے۔اس نے عرض کی اے فرزند رسول! اس ماہ کا بہترین عمل کیا ہے؟فرمایا کہ صدقہ واستغفار،جو شخص ماہ شعبان

میں صدقہ کرے پس خدا اس صدقے میں اس طرح اضافہ کرتا رہے گا جیسے تم لوگ اونٹنی کے بچے کو پال کر عظیم الجثہ اونٹ بنا دیتے ہو۔ چنانچہ یہ صدقہ قیامت کے روز احد پہاڑ کی مثل بڑھ چکا ہوگا۔

۴۔ پورے ماہ شعبان میں ہزار مرتبہ کہے:

لآالہ الا اللہ ولانعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولوکرہ المشرکون

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور ہم عبادت نہیں کرتے مگر اسی کی ہم اس کے دین سے خلوص رکھتے ہیں اگرچہ مشرکوں پر ناگوار گزرے۔

اس ذکر کا بہت زیادہ ثواب ہے، جس میں سے ایک جزیہ ہے کہ جو شخص مقررہ تعداد میں یہ ذکر کرے گا اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔

۵۔ شعبان کی ہر جمعرات کو دو رکعت نماز پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ حمد کے بعد سو مرتبہ سورہ توحید پڑھے اور نماز کے بعد واضح ہو کہ روزے کا اپناالگ اجر و ثواب ہے اور روایت میں آیا ہے کہ شعبان کی ہر جمعرات کو آسمان سجایا جاتا ہے تب ملائکہ عرض کرتے ہیں، خدایا آج کے دن کا روزہ رکھنے والوں کو بخش دے اور ان کی دعائیں قبول کرلے۔ ایک حدیث میں مذکور ہے اگر کوئی شخص ماہ شعبان میں پیر اور جمعرات کو روزہ رکھے تو خداوند کریم دنیا و آخرت میں اس کی بیس بیس حاجات پوری فرمائے گا۔

۷۔ شعبان میں ہر روز وقت زوال اور پندرہ شعبان کی رات امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی صلوات پڑھے

تیسری شعبان

یہ بڑا بابرکت دن ہے، شیخ نے مصباح میں فرمایا ہے کہ اس روز امام حسین بن علی علیہما السلام کی ولادت ہوئی نیز امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکیل قاسم بن علا ہمدانی کی طرف سے فرمان جاری ہوا کہ بروز جمعرات ۳ شعبان کو امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ پس اس دن کا روزہ رکھیں

پندرھویں شعبان کی رات

یہ بڑی بابرکت رات ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے نیمہ شعبان کی رات کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: یہ رات شب قدر کے علاوہ تمام راتوں سے افضل ہے۔ پس اس رات تقرب الٰہی حاصل کرنے کی

کوشش کرنا چاہیے۔اس رات خدائے تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل وکرم فرماتا ہے اوران کے گناہ معاف کرتا ہے۔حق تعالی نے اپنی ذات مقدس کی قسم کھائی ہے کہ اس رات وہ کسی سائل کو خالی نہیں لوٹائے گا سوائے اس کے جو معصیت ونافرمانی سے متعلق سوال کرے۔خدا نے یہ رات ہمارے لیے خاص کی ہے، جیسے شب قدر کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مخصوص فرمایا پس اس شب میں زیادہ سے زیادہ حمد وثناء الٰہی کرنا اس سے دعاومناجات میں مصروف رہنا چاہیے۔

اس رات کی عظیم بشارت سلطان عصر حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہے جو ۲۵۵ھ میں بوقت صبح صادق سامرہ میں ہوئی تھی۔

اس رات کے چند ایک اعمال ہیں:

ا۔ غسل کرنا جس سے گناہوں میں تخفیف ہوتی ہے۔

۲۔ نماز اور دعا واستغفار کے لیے شب بیداری کرے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص اس رات بیدار رہے تو اس کے دل کو اس دن موت نہیں آئے گی جس دن لوگوں کے قلوب مردہ ہو جائیں گے۔

۳۔اس رات کا سب سے بہترین عمل امام حسین علیہ السلام کی زیارت ہے کہ جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ایک لاکھ چوبیں ہزار پیغمبر اس سے مصافحہ کریں تو وہ کبھی اس رات یہ زیارت ترک نہ کرے۔حضرت کی چھوٹی سی زیارت بھی ہے کہ اپنے گھر کی چھت پر جائے اپنے دائیں بائیں نظر کرے پھر اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے یہ کلمات کہے:

السلام علیك یاآباعبداللہ السلام علیك رحمة اللہ وبرکاته

سلام ہو آپ پر اے ابو عبداللہ سلام ہو آپ پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں

کوئی شخص جہاں بھی اور جب بھی امام حسین علیہ السلام کی یہ مختصر زیارت پڑھے تو امید ہے کہ اس کو حج وعمرہ کا ثواب ملے گا

۵۔ یہ دعا پڑھے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات یہ دعا پڑھتے تھے:

اللهم اقسم لنا من خشیتك مایحول بینناوبین معصیتك ومن طاعتك ماتبلغنابه رضوانك ومن باسماعناوابصارناوقوتناماآحییتناواجعله الوارث مناواجعل ثارناعلی من ظلمناوانصرناعلی من عادانا ولاتجعل مصیبتنافی دیننا ولاتجعل الدنیا اکبرهمنا ولامبلغ علمنا ولاتسلط علینامن لایرحمنا برحمتك یاآرحم الرحمین

❖ SADA-E-ILM

اے معبود ہمیں اپنے خوف کا اتنا حصہ دے جو ہماری طرف سے تیری نافرمانی کے درمیان رکاوٹ بن جائے اور فرمانبرداری سے اتنا حصہ دے کہ اس سے ہم تیری خوشنودی حاصل کر سکیں اور اتنا یقین عطا کر کہ جس کی بدولت دنیا کی تکلیفیں ہمیں سبک معلوم ہو اے معبود! جب تو ہمیں زندہ رکھے ہمیں ہمارے کانوں آنکھوں اور قوت سے مستفید فرما اور اس قائم کو ہمارا وارث بنا اور ان سے بدلہ لینے والا قرار دے جنھوں نے ہم پر ظلم کیا ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما اور ہمارے دین میں ہمارے لیے کوئی مصیبت نہ لا اور ہماری ہمت اور ہمارے علم کے لیے دنیا کو بڑا مقصد قرار نہ دے اور ہم پر اس شخص کو غالب نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے واسطہ تیری رحمت کا اے سب سے زیادہ رحم والے۔

یہ دعا جامع و کامل ہے پس اسے دیگر اوقات میں بھی پڑھے۔ جیسا کہ عوالی اللئالی میں مذکور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یہ دعا ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔

۶۔ وہ صلوۃ پڑھے جو ہر روز بوقت زوال پڑھتا رہا ہے

۷۔ اس رات دعاء کمیل پڑھنے کی بھی روایت ہوئی ہے

۸۔ یہ تسبیحات سو مرتبہ پڑھے تاکہ حق تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دے اور دنیا و آخرت کی حاجات پوری فرمائے:

سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولآ الہ الا اللہ

اللہ پاک تر ہے اور حمد اللہ ہی کی ہے اللہ بزرگتر ہے اور نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے

۹۔ اس رات نماز تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد اور نماز شفع اور وتر کے بعد وہ دعا پڑھے جو شیخ وسید نے نقل فرمائی ہے۔:

۱۰۔ اس رات نماز جعفر طیار بجالائے جیسا کہ شیخ نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ سو مرتبہ درود شریف پڑھے تاکہ خدا دین و دنیا میں اس کی ہر نیک حاجت پوری فرمائے

امام جعفر صادق علیہ السلام

بے شک جب میت کے حق میں رحم اور مغفرت کی دعا مانگی جائے تو وہ ایسے خوش ہوتی ہے جیسے زندہ شخص کو تحفہ دیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ، ج(1)

منقبت

عالی جناب حجت السلام مولانا شہزاد زیدی پھنڈیڑوی

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتی ہے کربلا
سوئے ہوئے ضمیر جگاتی ہے کربلا

اس پاک سر زمین پہ آجاؤ زائروں
صدیوں سے یہ صدائیں لگاتی ہے کربلا

دکھو جہاں میں ہو نہیں سکتا وہ دربدر
جس کو بھی اپنے پاس بلاتی ہے کربلا

رکھتا ہے جو بھی ساتھ میں کرب بلا کی دھول
اُس کو مصیبتوں سے . بچاتی ہے کربلا

جو جا چکے ہیں کربلا تم . ان سے . پوچھ لو
ماں کی طرح سکون دلاتی ہے کربلا

وہ دور دوسرا تھا جو پیاسے ہی آگئے
پیاسوں کو آج پانی پلاتی ہے . کربلا

جس کے بھی دل میں الفتِ آلِ نبی نہیں
راتوں کو اُس کو نیند اڑاتی ہے کربلا

جس سے ہیں راضی فاطمہ حسنین مصطفٰی
بس اُس کے دل میں دیکھو سماتی ہے کربلا

جو بھائی اپنے بھائی کی کرتا نہیں تعظیم
نظروں سے اُس کو اپنی گراتی ہے کربلا

❖SADA-E-ILM

عباس کے علم کے. جو سائے میں ہیں پلے

ان کو وفا کا درس پڑھاتی. ہے کربلا

جو پھول فاطمہ. کے. تھے بکھرے زمین پر

گودی میں. اپنی ان کو سلاتی. ہے کربلا

وہ ماریہ ہے نینوا شط الفرات. ہے

زائر. کو اپنے خلد دکھاتی. ہے کربلا

شہزاد کس طرح. سے رقم تو کرے گا وہ

جو آج اس جہاں. کو سناتی ہے کربلا

فرار جنگ سے کرتے نہیں علی والے

یزیدی نسل سے ڈرتے نہیں علی والے

زباں کٹا کے بھی کرتے ہیں یہ تو ذکر علی

شہید ہوتے ہیں، مرتے نہیں علی والے

شہزاد چھندیڑوی

❖ SADA-E-ILM

منقبت

عالی جناب ڈاکٹر سید منہال رضا زیدی

بیان کیا ہو تیرا طرزِ زندگی زینب
کبھی حسین ہے تو اور کبھی علی زینب

خُدا کے دین کی تفسیر بن کی اُبھری ہے
تو ہی ہے مقصد سرور آگہی زینب

ہے علمِ نور کی وارث بتول کی دختر
علی کے علم کی تصویر ہے یہی زینب

دیارِ شام میں خُطبہ دیا علی کی طرح
علیؑ کے لہجے کی خوشبو بکھیرتی زینب

حسب و نسب کی ملکہ، فخر ہے جس پر

علی کی بیٹی طہارت کی قرآنی زینب

ستم کی قید میں بھی کر کے ہے نماز ادا

نمازِ شب کی حقیقت سِکھا گئی زینب

ستم سہے ہیں جو اسلام کی حفاظت میں

چراغِ مقصدِ شہ کی ہے روشنی زینب

بچا کے لای ہے عابد کو جلتے خموں سے

قسم سے بابِ علمدار ہے زری زینب

منہال کہتا ہے صبر و وفا کی منزل پر

وفا کی راہ میں ثابت قدم رہی زینب

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام:

یہ دنیا سچوں کے لیے سچائی کا گھر ہے، جو اس سے نصیحت حاصل کرے اس کے لیے سلامتی کا گھر ہے، اور جو اس کی حقیقت کو سمجھے اس کے لیے بے نیازی کا گھر ہے۔ یہ اللہ کے دوستوں کی مسجد ہے، فرشتوں کی عبادت گاہ ہے، اور اللہ کی وحی کے نزول کی جگہ ہے۔

نہج البلاغہ

جانِ انتظار

عالی جناب مولانا ارتضی حسن ناطق پھنڈیڈوی مرحوم

یہ سمجھا تھا میں نے کہ آجاؤ گے تم، میری زیست کی دوپہر ڈھلے ڈھلے
مجھے کیا خبر تھی کہ وعدہ تمہارا قیامت سے مل جائے گا ٹلتے ٹلتے

مجھے تم نے صاحب کچھ ایسا بھلا دیا کہ بھولے سے بھی یاد آئی نہ میری
لکھیں عرفیاں اور سب عمر گزری عریضوں کے عنوان بدلے بدلے

میرے دل کی دنیا میں جب تم ہی تم ہو آنکھوں سے پردے کی تھی کیا ضرورت
کہاں دور تھی ایک خضراء کی منزل چلے آئے ہوتے ٹہلتے ٹہلتے

قدم بوسیوں کی تمنائیں بڑھ کر تمہارے مبارک قدم چوم لیتیں
میرا سر ہزاروں ہو تمنایں بڑھ کر تمہارے مبارک قدم چوم لییتی

محبت کی دنیا کی ویرانیوں کو نہ جانے کن آنکھوں سے تم دیکھتے ہو
ہوئے تم پہ قربان ارمان لاکھوں دل مبتلا کو مسلتے مسلتے

❖SADA-E-ILM

میری گرم آہیں میرے گرم آنسو ہیں شاید کے میں شمعِ محفل رہا ہوں
خود اپنی ہی آنکھوں سے بہہ جاؤں گا میں یوں ہی رفتہ رفتہ پھگلتے پھگلتے

جو بالیں پہ تم اب بھی آ جاؤ صاحب تو مل جائے کچھ جان دینے کی لذت
نگاہوں کو مل جائے توشئہ سفر کا تمہیں، دیکھ لوں اک نظر چلتے چلتے

محبت کے ہاتھوں سے پروان چڑھ کر خوشی سے نہ پھولے سماتے وہ ارمان
جو نامِ خدا اب جوان بن چلے ہیں مسیا کی آغوش میں پلتے پلتے

تم آئے تو میری پیغمبر کی تصویر بن کر جہاں کو دکھاتے جمالِ پیغمبر
حرم ہو کے بالیدر آواز دیتا ذرا اس طرف بھی ٹھلتے ٹھلتے

درِ خشاں جبیں میں امامت جلوے بکھی مسکراتے کبھی جگمگاتے
جہان ہدایت کو جنت بنانے جھلکتے جھلکتے مچلتے مچلتے

نبی کے علم کا مبارک پھریرا جو کھل کر تمہاری ہواؤں میں اڑتا
تو اپنی جگہ دم بخود ہو کے رکتیں ضلالت کی تند آندھیاں چلتے چلتے

اگر عنبر افشاں ہوں کیوں تمہارے فضاؤں میں دوش سیادت یہ گل کر

تو کون و مکان خود ہوں معطر ہواؤں کے پہلو بدلتے بدلتے

تمہارے ناطق سے تم باخبر ہو مگر سن لو پھر بھی جو میں چاہتا ہوں

تمہارا رہا ہوں تمہارا رہوں گا تمہارا رہوں دم نکلتے نکلتے

حضرت امامِ زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف

اَمَّا وُجُوهُ الِانْتِفَاعِ بِي فِي غَيْبَتِي فَكَالِانْتِفَاعِ بِالشَّمْسِ إِذَا غَيَّبَتْهَا عَنِ الْأَبْصَارِ السَّحَابُ

میری غیبت میں مجھ سے فائدہ اٹھانا ایسا ہی ہے جیسے بادلوں کے پیچھے چھپے سورج سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

حوالہ: کمال الدین وتمام النعمۃ، شیخ صدوق

جامعہ بیت العلم پھندیڑی سادات امروہہ

स्थायी मान्यता प्राप्ति वर्ष 2014

اعلیٰ دینی وعصری تعلیمی درسگاہ

(राजकिय मान्यता प्राप्त)

جامعہ بیت العلم

پھنڈیڑی سادات

मदरसा बैतुल इल्म

फंदेरी सादात, अमरोहा

JAMIA BAITUL ILM PHANDERI SADAT

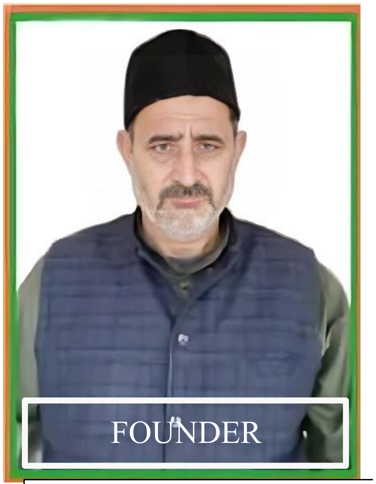

Moulana Gulam raza Zaidi